جناب احسان اللہ فاروقی قطر

بوسنیا

جہاں آرتھوڈکس صلیبی تعصب وحشیانہ مظالم کے ساتھ مسلم بستیوں پر حملہ آور ہے۔

۵۶، اسلامی ممالک کی موجودگی میں بوسنیا اپنی بقا کی جنگ تنہا لڑے گا

یورپ کی نوآزاد مسلم ریاست بوسنیا کے مسلمانوں پر قیامت صغریٰ برپا ہے۔ جس صورت حال سے بوسنیا کے مسلمان دوچار ہیں، ایسی صورت حال دنیا میں کہیں بھی درپیش نہیں۔ گولہ بارود، بم، بھوک پیاس اور آرتھوڈکس صلیبی فوجی موت کا سایہ بن کر ان پر منڈلا رہے ہیں۔ بوسنیا کا دارالحکومت سراجیوا اور دوسرے قصبے کھنڈرات میں بدلتے چلے جا رہے تھے۔ اور اس ظلم کا ہاتھ روکنے والا کوئی نہیں۔

بوسنیا سابقہ یوگوسلاویہ سے آزادی حاصل کرنے والی ایک مسلم ریاست ہے سابقہ یوگوسلاویہ چھ ریاستوں پر مشتمل تھا۔ (۱) مقدونیہ (۲) سربیا (۳) بوسنیا (۴) سلوانیا (۵) کروشیا (۶) مونٹی نیگرو۔

یوگوسلاویہ روس کے زیر اثر کمیونسٹ ملک تھا۔ اس میں سرب نسل کی آبادی تقریباً ایک کروڑ بنتی ہے اور یہ لوگ آرتھوڈکس صلیبی ہیں۔ مسلمانوں سے دشمنی اور تعصب ان کے اندر اپنی انتہا پر ہے اور یہ لوگ سربیا کے علاوہ دیگر ریاستوں میں بھی بکھرے ہوتے ہیں یہ لوگ کیتھولک عیسائیوں کے ساتھ بھی تعصّب اور دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ کمیونسٹ دور حکومت میں یوگوسلاویہ میں بسنے والے مسلمانوں پر زندگی اجیرن کر دی گئی، مساجد اور مدرسوں کو شراب خانوں میں بدل دیا گیا بوسنیا ایک مسلم اکثریتی ریاست ہے اور اس کی کل آبادی ۴۵ لاکھ ہے۔ جہاں مسلمان ۴۴ فیصد کے قریب ہیں جبکہ سرب ۳۰ فیصد اور کروٹ باشندے ۱۶ فیصد ہیں۔ یہاں بھی مسلمانوں کو کسی قسم کی مذہبی آزادی نہ تھی اور کمیونزم پورے جبر کے ساتھ نافذ تھا۔ ان گنت مسلمانوں کو جیلوں میں بند کر دیا گیا تھا اور بے شمار کو شہید کیا گیا۔ بوسنیا کے موجودہ صدر علی جاہ عزت بیگ بھی انہیں لوگوں میں شامل تھے جنہیں زنداں میں بند کیا گیا تھا یہ جبر کا نظام تھا جو نہی سوویت یونین کی گرفت ڈھیلی ہوتی۔ ہلکی سی آزادی ملی، بوسنیا کے مسلمانوں نے کیمونزم سے مکمل بغاوت کر دی۔ صرف بوسنیا ہی نہیں باقی ریاستوں نے بھی یوگوسلاویہ کی غلامی کا طوق

اپنے گلے سے اتار پھینکا۔ کروشیا، سلونیا، اور مقدونیہ نے بھی آزادی کا اعلان کر دیا۔ یورپ، امریکہ اور دنیا کے دیگر ممالک نے کروشیا، سلوانیا اور بوسنیا کی آزادی کو تسلیم کر لیا اور انہیں اقوام متحدہ کی رکنیت بھی مل گئی۔ مقدونیہ نام کا علاقہ چونکہ یونان میں بھی شامل ہے اس لیے یورپی اور مغربی ممالک اسے علیحدہ ملک تسلیم کرنے سے ہچکچا رہے ہیں۔

صدر عزت بیگ بوسنیا کی یوگوسلاویہ سے مکمل آزادی کے خواہاں نہ تھے بلکہ وہ فیڈریشن اور کنفیڈریشن کی باتیں کرتے تھے مگر سربیا جو یوگوسلاویہ کی سب سے بڑی ریاست ہے وہ دوسری نسلوں کو اپنے اپنے اکثریتی علاقوں میں حق حکمرانی دینے کو تیار نہ تھی۔ سربیا کے سربراہ سولوبوڈان مائیلوسیوک اس پر قطعاً تیار نہ تھے کہ مقدونیہ پہ مقدونی، بوسنیا پہ مسلمان، کروشیا پہ کروٹ وغیرہ حکمرانی کریں۔ وہ ہر ریاست پر سرب باشندوں کو حکمران دیکھنا چاہتے تھے۔ اسی صورت حال نے کروشیا، سلوانیا اور بوسنیا کے عوام کو آزادی کی راہ دکھائی۔ تین ماہ قبل بوسنیا میں آزادی کے سوال پر ریفرنڈم ہوا۔ ریفرنڈم میں ۶۲٪ فیصد لوگوں نے حصہ لیا ان میں سے ۹۹.۶۳ فیصد نے آزادی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ ریفرنڈم کے دوران میں سرب عیسائیوں نے کھلی غنڈہ گردی کی جبکہ کروٹ نسل کے عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ آزادی کے حق میں ووٹ دیا۔

یوگوسلاویہ کی فوج سرب باشندوں پر مشتمل ہے۔ سرب حکمران مائیلوسیوک اسی فوجی طاقت کے بل بوتے پر آزادی کا اعلان کرنے والی ریاستوں پر چڑھ دوڑا۔ سب سے پہلے کروشیا پر جنگ تھوپی اور پھر بوسنیا کے خلاف کارروائی شروع کر دی۔ اس نے مسلم کش کارروائیاں اپریل کے اوائل میں شروع کیں۔ ان کارروائیوں میں بوسنیا کے سرب باشندوں کو استعمال کیا اور پھر سرب فوج پورے بوسنیا پر چڑھ دوڑی۔ بوسنیا کے مسلمانوں کے پاس کوئی فوجی قوت نہ تھی۔ وہ جدید اسلحہ سے بھی محروم تھے ان کے پاس صرف رضا کاروں کی ایک مختصر ملیشیا تھی جو نہ ہونے کے برابر تربیت یافتہ تھی۔ اس کے باوجود مسلم ملیشیا نے سرب فوجیوں کا دلیری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ کروٹ ملیشیا کے رضا کار بھی ان کے ساتھ تھے۔ مگر جدید اسلحہ سے لیس ایک بڑی سرب فوج کا مقابلہ کرنا ان کے بس میں نہ تھا اور ایک کے بعد دوسرا قصبہ ان کے قبضے سے نکل کر سربیا کے قبضہ یا محاصرے میں جاتا رہا۔ مسلمان رضا کاروں کا مقابلہ صرف سربین ملیشیا کے ساتھ ہی نہ تھا بلکہ بوسنیا میں مقیم یوگوسلاویہ کی ایک لاکھ سے زیادہ فوج بھی سرب ملیشیا کی حامی تھی۔ جہاں بھی مسلم اور کروٹ ملیشیا نے سرب ملیشیا کو مشکل میں ڈالا، یوگوسلاویہ کی فوج فوراً سرب ملیشیا کی مدد کو پہنچی بلکہ سرب ملیشیا کو منظم کرنے والے اور اس میں شامل رضا کاروں کی اکثریت تو پہلے ہی سابقہ یوگوسلاویہ کے فوجیوں پر مشتمل، پھر ان کے پاس ہر قسم کا جدید اسلحہ موجود ہے۔ سرب ملیشیا نے جس مسلم گاؤں، قصبے، شہر پہ بھی قبضہ کیا وہاں وسیع پیمانے پر قتل وغارت گری کی۔ بچوں، بوڑھوں، خواتین کسی کو نہ بخشا گیا، ہسپتالوں پر بھی گولہ باری کی اور ہسپتال میں داخل مسلمان بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ مساجد کو گولہ باری کا خصوصی نشانہ بنایا، تاریخی عمارتیں

بھی ان سے محفوظ نہ رہیں۔ آرتھوڈکس صلیبی تعصب وحشیانہ مظالم کے ساتھ مسلم بستیوں پر حملہ آور رہا۔

سربیا کا حکمران ملوسیوک بوسنیا کے دو تہائی علاقے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس علاقے پر وہ ایک خود مختار سربین ریاست بنانا چاہتا ہے جسے بعد میں وہ عظیم تر سربیا کا حصہ بنانا چاہتا ہے۔ دو تہائی سے زیادہ حصہ پر وہ اس وقت عملاً قبضہ جمائے بیٹھا ہے بوسنیا کے مسلمانوں کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ پچھلے ماہ بوسنیا کے صدر علی جاہ عزت بیگ جب سپین کے دورہ سے واپس وطن پہنچے تو سرب فوج نے انہیں گرفتار کرلیا۔ یہ تو اللہ کا کرم ہوا کہ مسلمان ملیشیا نے عین اسی وقت سرب فوج کے اہم افسروں اور ایک فوجی دستے کو محاصرے میں لے لیا۔ اس طرح مذاکرات کے نتیجے میں صدر کو رہائی ملی۔

قارئین کی معلومات کے لیے یہ بھی بتاتے جائیں کہ سابقہ یوگوسلاویہ کی جگہ جس نئے ملک کا اعلان کیا گیا ہے اس کا نام بھی وفاقی جمہوریہ یوگوسلاویہ ہی رکھا گیا ہے اور اس وفاقی جمہوریہ میں صرف سرب اکثریت رکھنے والی دو ریاستیں سربیا اور مونٹی نیگرو ہی شامل ہوئی ہے اور اس نئی مملکت کا دارالحکومت بلغراد ہی ہے۔ اب ملوسیوک کا منصوبہ ہے کہ وہ بوسنیا پر قبضہ کرنے کے بعد جعلی ریفرنڈم کروا کے اس کا الحاق یوگوسلاویہ سے کروا دے۔

بوسنیا کے مسلمانوں کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ جدید اسلحہ اور فوج سے بھی محروم ہے۔ ان کی پشت پر کوئی ایسا ملک نہیں جہاں وہ ہجرت کرکے جا سکیں۔ انہیں بوسنیا کے اندر ہی ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کرنا پڑ رہی ہے، ہجرت کرکے وہ جس علاقے میں بھی اکٹھے ہوتے ہیں سربین فوج وہاں پہنچ جاتی ہے۔ مسلمانوں کے مقابلے میں کروٹ باشندے کروشیا، جرمنی اور آسٹریلیا کی طرف ہجرت کر رہے ہیں۔ سرب باشندے سربیا یا پھر سرب فوج کے زیر قبضہ بوسنیا کے علاقوں میں چلے گئے ہیں۔

بوسنیا کے مسلمانوں پر یہ ظلم پچھلے اڑھائی تین ماہ سے جاری ہے اس کے باوجود عالم اسلام نے کسی قسم کی متوثر آواز بلند نہ کی۔ بوسنیا کو بچانے کی کوئی منصوبہ بندی نہ کی۔ اس ظلم کے خلاف سب سے پہلے جرمنی، پھر یورپ اور امریکہ نے احتجاج کیا۔ عالم اسلام چاہتا تو بوسنیا کی حفاظت کے لیے اپنی فوج وہاں بھیج سکتا تھا مسلمانوں کی اسی بے حسی پر بوسنیا کے صدر علی جاہ عزت بیگ نے کہا کیا مسلمان ممالک کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ بوسنیا کی تباہی کا خاموشی سے نظارہ دیکھتے رہیں اور ایک آدھ بیان جاری کر دیں۔ بوسنیا پر سربیا کے حملہ کے بعد یورپی برادری اور امریکہ نے احتجاج کرتے ہوئے یوگوسلاویہ کے دارالحکومت بلغراد سے اپنے سفارتی عملے کو واپس بلا لیا مگر افسوس کہ مسلمان ممالک یہ بھی نہ کر سکے"۔

اس بیان کے بعد بھی مسلمانوں کی غیرت ملی کو جس طرح بیدار رہنا چاہیے تھا نہ ہوئی۔ ایک دو اسلامی ممالک نے احتجاج کیا اور ایران نے بلغراد سے اپنا سفیر واپس بلا لیا اور اعلان کیا کہ ایران بوسنیا کے مسلمانوں کی حالت زار پر

خاموش نہیں بیٹھے گا۔ (حکومتیں تو حکومتیں تھیں، پین اسلام ازم کی علمبردار اسلامی تحریکوں نے بھی کہیں کوئی مظاہرے نہ کیے، یہ صورت حال دیکھ کر سیکولر عناصر کا یہ الزام سچ معلوم ہونے لگتا ہے کہ ہماری اسلامی تحریکیں بھی صرف ان لوگوں کے حق میں آواز بلند کرتی ہیں جن سے ان کا مالی مفاد وابستہ ہو۔ مثلاً عراق کے حق میں پوری دنیا میں مظاہرے کروائے مگر بوسنیا، برما اور کشمیر کے معاملے میں خاموش رہیں۔ بس زیادہ سے زیادہ یہ کہا کہ استنبول میں ایک اجلاس میں قرار دادیں پاس کروا کے یہ سمجھ لیا کہ انہوں نے اپنا ملی فرض پورا کر لیا ہے۔)

بہرحال مسلمانوں کے اندر یہ بے حسی کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یورپ اور امریکہ کے احتجاج کے بعد مسلمانوں کے وزرائے خارجہ کا ایک ہنگامی اجلاس استنبول میں ہوا۔ استنبول میں ہی اس سے قبل اسلامی تحریکوں دانشوروں کا بھی اجلاس ہو چکا تھا۔ وزرائے خارجہ نے اجلاس میں تشویش کے اظہار کے ساتھ احتجاج تو کیا گیا مگر بوسنیا کی آزادی کو کیسے محفوظ کیا جائے، سربیا کو بوسنیا کو کیسے باہر نکالا جائے، اس بارے میں نہ کوئی بات ہوئی اور نہ کوئی لائحہ عمل بنا۔ سلامتی کونسل نے یوگوسلاویہ پہ اقتصادی پابندیاں عائد کر دی تھیں مگر ان اقتصادی پابندیوں کے مائیلو سیوک پر کوئی اثرات نہیں پڑے، اس کے مظالم اور جارحیت جوں کی توں جاری ہیں۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ سلامتی کونسل اقتصادی پابندیوں کے ساتھ ہی یہ اعلان بھی کرتی کہ اگر سربیا نے فلاں تاریخ تک بوسنیا خالی نہ کیا تو فوجی طاقت کے استعمال کے ذریعہ بوسنیا خالی کرایا جائے گا بالکل ویسے ہی جیسے عراق سے کویت خالی کرایا تھا۔ چونکہ امریکہ بہادر کی یہ مرضی نہ تھی اس لیے سلامتی کونسل نے ایسا نہ کیا۔ اسلامی کانفرنس نے بھی وہ نہ کیا جو اسے کرنا چاہیے تھا۔

برطانیہ کے اخبار "لندن ٹائمز" نے اس صورت حال پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا "بین الاقوامی برادری نے اب تک جو اقدامات کیے ہیں وہ صرف سطحی اقدامات ہیں"

امریکہ نے اگرچہ بلغراد سے اپنے سفیر کو واپس بلا لیا، اس کے جہازوں کو امریکہ میں اترنے سے روک دیا اور نیویارک اور سان فرانسسکو میں اس کے سفارت خانے بند کر دیئے۔ اس کے علاوہ اس نے سربیا کو یوگوسلاویہ کی جگہ ماننے سے انکار کر دیا۔ یورپی برادری نے بھی سفیروں کو بلغراد سے واپس بلا لیا ہے۔ لیکن مائیلو سیوک کو راہ راست پر لانے کے لیے یہ اقدامات کافی نہیں ہیں۔ وہ صرف گولی کی بات سمجھتا ہے اور اسے یہ بات سمجھانے کے لیے بین الاقوام برادری کو سربیا پہ ویسی ہی بمباری کرنا ہوگی جیسی عراق پہ کی گئی تھی۔ یہ بمباری امریکہ کی مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ امریکہ کا اب کہنا ہے کہ وہ دنیا میں پولیس مین کا کردار ادا نہیں کرے گا۔

بوسنیا کا دارالحکومت سراجیوو سربیا کے محاصرے میں ہے اور شہر کا ۴/۳ حصہ جس میں مسلمان اکثریت میں ہیں زیر دست گولہ باری اور بمباری کی زد میں ہے۔

جنگ بندی کے جتنے بھی معاہدے ہوئے ہیں، چند گھنٹوں سے زیادہ ان پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ محصور مسلمان پانی اور خوراک کو ترس رہے ہیں اور اقوام متحدہ کا امن مشن بھی ان کی کسی قسم کی مدد کرنے سے قاصر ہے۔ سربیا کے فوجی دستوں نے سراجیوا ایئرپورٹ کھولنے کی اجازت نہیں دی، خوراک کا سامان لے کر جو قافلہ سراجیوو گیا اسے بھی روک لیا گیا۔ محصور باشندوں کے لیے فضا سے سامان گرانا بھی ناممکن ہے ایسا دکھائی دے رہا ہے کہ سراجیوو میں محصور مسلمان بھوک اور پانی کے ہاتھوں مر جائیں گے۔ نیوز ویک کا نمائندہ لکھتا ہے:۔

"اقوام متحدہ نے گیارہ سو افراد کی جو امن فوج متعین کرنے کا منصوبہ بنایا تھا امریکی فوجی جنرل وائس چیئرمین آف دی جائنٹ چیف آف سٹاف نے اسے خطرناک حد تک ناکافی قرار دیا اور کہا کہ اگر سربیا کے فوجیوں نے طیارہ شکن گنوں سے فائر کیا تو وہ امدادی طیاروں کی حفاظت نہیں کر سکیں گے۔ یہ فوجی ایئرپورٹ کے گرد چار ہزار فٹ اونچی پہاڑیوں پر مورچہ زن ہیں۔ اگر امریکی طیاروں کے ذریعہ امداد گرائی جاتی ہے تو پھر ان کی حفاظت کے لیے وہاں امریکی فوج بھی متعین ہونی چاہیے۔"

نیوز ویک کا نمائندہ مزید لکھتا ہے:

"کوئی فرد کسی قسم کے سراجیو سٹارم کی تجویز نہیں دے رہا۔ یوگوسلاویہ خلیج فارس نہیں ہے یہاں تیل کے ذخائر بھی نہیں ہیں جن کی حفاظت مطلوب ہو۔ یورپی برادری میں فوجی ایکشن کے لیے بھی کوئی اتفاق رائے نہیں۔ بین الاقوامی طاقت سراجیوو کے بھوک سے مرنے والوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔"

انسانی ہمدردی کے مشن کے بارے میں اس کا کہنا ہے:۔

"سربین صدر کے نزدیک انسانی ہمدردی کے نام پر مدد کرنے کا مشن کم خطرناک نہیں ہوگا کیونکہ سربین صدر مسلمانوں کو معصوم شہری نہیں سمجھتا۔"

ایک امریکی فوجی افسر کے حوالے سے نمائندہ لکھتا ہے:۔

"اگر ہم انہیں (محصور مسلمانوں) خوراک پہنچانے جاتیں تو ہمارا یہ کام سربیا کی جنگی حکمت عملی کے خلاف ہوگا کیونکہ ملاسیلوسیوک حقیقتاً مسلمانوں کو بھوک سے مارنا چاہتا ہے۔ وہ امداد پہنچانے کا کام بغیر لڑائی کے نہیں کرنے دے گا۔"

سربیا کے مظالم کا تذکرہ کرتے ہوئے نجاز رستمورک نامی ایک ۳۹ سالہ مسلمان انجینئر نے بتایا "فوجیوں نے ہر گھر کی تلاشی لی اور جہاں مکین اس وقت اپنے مکانوں میں رہ رہے تھے، ان کو گھروں سے باہر نکال کر تیل چھڑک کر آگ لگا دی۔ کروشیا میں سربیا کے نیم فوجی دستے دریائے ڈینیوب کے کنارے بسے ہوئے کروشیائی مسلمانوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر دربدر کر رہے ہیں۔"

اقوام متحدہ کے ہائی کمیشن برائے مہاجرین کی ایک رکن خاتون سلوانا کا کہنا ہے "اب ہم سن رہے ہیں کہ

گھر والوں کے سامنے والد اور بیٹوں کو بلا وجہ اور بلا امتیاز قتل کیا جا رہا ہے"۔

بوسنیا کے وزیر خارجہ حارث سلاد زک کا کہنا ہے۔ "بوسنیا کے مسلمانوں کو نیست و نابود کیا جا رہا ہے اور ساری دنیا خاموش ہے بوسنیا کی مسلمان خواتین اپنے مردہ بچوں کو گود میں لیے چیخ چیخ کر کہہ رہی ہیں۔ ہم معصوم ہیں، لیکن پھر بھی ہمارا قتل عام جاری ہے"۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق بوسنیا کے چالیس ہزار سے زیادہ مسلمان شہید اور دس تا بارہ لاکھ در بدر پناہ کی تلاش میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

ملوسیوک حکومت کی ان ظالمانہ کارروائیوں کے خلاف بلغراد کے شہری بھی چیخ اٹھے اور ان حکومتی پالیسیوں کے خلاف ۵۰ ہزار سے زیادہ افراد نے زبردست احتجاج کرتے ہوئے خانہ جنگی کے خاتمے کا مطالبہ کیا۔

بوسنیا کے مسئلہ پر بین الاقوامی برادری جس حکمت عملی پر عمل پیرا ہے اسے دیکھتے ہوئے بوسنیا کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کتنے دن، ہفتے یا مہینے آزادی کا سانس لے سکتا ہے، بوسنیا کے صدر نے حالات سے مجبور ہو کر بوسنیا کے مسلمانوں سے آخری سانس تک لڑنے کی اپیل کی ہے اور حالت جنگ کا اعلان کیا ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ۵۶ اسلامی ممالک مل کر بھی ایک بوسنیا کو سربیا کے جارحانہ پنجے سے نہیں بچا سکیں گے فلسطین، کشمیر، قبرص، برما کے بعد ایک اور مسئلہ بوسنیا بھی عالم اسلام کے لیے درد سر بن جائے گا۔ کاش عالم اسلام ایسے مسائل سے نپٹنے کے لیے کوئی مستقل منصوبہ بندی کرے۔ وسائل بھی ہیں اور افرادی قوت بھی پھر بھی لاچار و بے بس۔

بوسنیا کا انجام کیا ہو گا، اس کا بھی جلد ہی معلوم ہو جائے گا لیکن ایک بات طے ہے اور یورپ بھی جانتا ہے کہ اگر بوسنیا آزاد نہ رہ سکا تو بوسنیا سے اٹھنے والی جہاد کی چنگاری پورے یورپ کے لیے درد سر بن جائے گی۔

تالیف: عبدالقیوم حقانی
پیش لفظ: مولانا سمیع الحق مدیر ماہنامہ الحق
مؤتمر المصنفین
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
پشاور (پاکستان)
سلسلۂ مطبوعات مؤتمر المصنفین